انّ الفضل بید اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

غلام احمد قادیانی

نمبر ۴۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

# الفضل

اخبار ہفتہ میں تین بار فی پرچہ تین پیسے

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۵ شش ماہی للعہ سہ ماہی عا

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۷ | مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۲۵ء یوم سہ شنبہ مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ | جلد ۱۳




## مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل وکرم سے اچھی ہے ۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب نے جو امرتسر سے واپس تشریف لائے ۔ بتایا کہ علماء دیوبند ۔ جمعیۃ العلماء اور امرتسری مولویوں نے اس شرط پر آل مسلم پارٹیز کانفرنس میں شامل ہونا چاہا ۔ کہ احمدیوں کو شامل نہ کیا جائے ۔ لیکن ان کی یہ توقع پوری نہ ہوئی ۔ اس لئے وہ شامل نہ ہوئے ۔ اور تمام احمدی نمائندے سبجیکٹ کمیٹی کے ممبر منتخب کئے گئے ۔

جناب چودھری نصر اللہ خان صاحب ناظر اعلیٰ واپس تشریف لے آئے ہیں ۔

سماٹرا سے چار اور طالب علم دینی تعلیم کے حصول کے لئے آئے ہیں ۔

## نظم

## مرثیہ احمدی شہیدان کابل

(از جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری)

حبذا نور علی صد مرحبا عبد الحلیم
ہمت مرداں نمودید آفریں صد آفریں
غیرت مومن کجا دارد روا مرتد شدن
احمدی افغان دہد جاں ۔ لیک ایماں راست زد
احمدیت عین اسلام است و مومن احمدی است
چیست جرم شاں بجز ایمان باللہ داشتن
گر ہمیں کفر ست اا الحمد للہ کافریم
اے منکر احمد آمد تا ترا مومن کند

احمدی بود بدزاں گشتید در کابل رجیم
کشتہ گشتید و نگشتید از صراط مستقیم
چوں بہ بیند جان خود در معرض امید و بیم
او نخواہد داد ور گردد ز سرتا پا دو نیم
مومناں را نام کافر مے نہد مرد لئیم
نیز ایماں با محمد یا بہ قرآن کریم
فارغیم از کفر و اسلام تو اے مرد خصیم
کافرش خواندی مگر تو مثل کفار قدیم

احمدؐ موعود آمد از خدا با وحی پاک،
نیست مرتد احمدی نے رجم مرتد را سزا ست
نیست رجم مومنان کردار مومن زینہار
احمدی را مخبر اغیار گفتن افترا ست
افترا سہل است لیکن مشکل افتد آں زماں
لعنتِ حق بر روان مخبر۔ و ہم مفتری است
اے امان اللہ سلطان است ظل اللہ بملک
خود خدا گفتہ است لا اکراہ فی الدین درکتاب
پس خلافِ حکم قرآں نیز فرمان خود ست
گر خدا ہست و قیامت یعنی روز باز پرس
گر شود کافر کسے کو گفت عیسیٰ را وفات
آہ! بروز پنجشنبہ عاشر شہر رجب
بود از ہجری ہزار و سہ صد و ہم چہل و سہ ۱۳۴۳
سر فرو یوسف نمود و بعد قطع لب بگفت
تو مکن تکذیب او داری اگر قلب سلیم
حسب قرآن و حدیث و حسب ایں دین قویم
رو بخواں یٰسین و مریم۔ ہود و شعراء اے فہیم
دامن شاں پاک زیں جرم است واللہ العلیم
چو ثبوت از مفتری خواہد خداوند عظیم
نزد احمدؐ ہر دو فعلے ہست جرمے بس فخیم
پیرو ہر کیش مے باشد بفرمایش سلیم
نیز آزادی مذہب را نمودی تو رقیم
چوں کشی خدام احمدؐ چوں کنی ظلم عظیم
پس ز عہد خود مخلّف را بود اخذ الیم
فوت کو گوید محمدؐ را چہ باشد آں اثیم
آں دو سر و باغ احمدؐ او فتادہ کالصریم
تازہ در کابل چو شد از کربلا رسم قدیم ۱۳۴۳
مامن لروحِ شما باد ابہ جنات النعیم

# نجات کا وقت،

## نجات دہندہ آگیا،

دی انٹرنیشنل بائبل سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن لنڈن نے اپنے ایک تازہ اشتہار میں لکھا ہے:۔

"تمام دنیا پر آزادی کے لئے ایک شور برپا ہے۔ ہر قسم کی قیود اور پابندیوں سے رہائی پانے کا احساس لوگوں میں پہلے کی نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور صفحہ عالم پر کچھ ایسا اضطراب اور بے چینی پھیلی ہوئی ہے کہ تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی"۔

اسکے بعد لکھا ہے:۔ "واقعاتِ دورِ حاضرہ مع اس جدوجہد کے جو برطانیہ اور اقوام یہود کے درمیان فلسطین کے بارے میں کی جا رہی ہے۔ صاف طور پر بتا رہے ہیں۔ کہ آزادی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ نیز وثوق کے ساتھ یہ امید بھی کی جا سکتی ہے۔ کہ اسی سال میں منشاء ایزدی کا ظہور نمایاں طور پر ہوگا"۔

انٹرنیشنل بائبل سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے بیان سے ہمیں بکلی اتفاق ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ وہ موعود شہزادہ امن کہاں ہے؟ اگر نہیں معلوم تو سن لو کہ وہ آ چکا۔ اور یہ بھی واضح رہے۔ کہ وہ احمدؐ قادیان ہے۔ جو بائبل کی پیشگوئیوں کے مطابق جناب مسیح کی طاقت اور شان میں آیا۔ اور جس نے ببانگِ دہل آکر بیان کیا۔ کہ اب تا قیامت کوئی مسیح آنیوالا نہیں۔ جو آنے والا تھا۔ وہ آ چکا۔ اب کسی اور کی انتظار فضول ہے۔

(از ریویو انگریزی لنڈن)

# اخبار احمدیہ،

### آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر نظر

حضرت خلیفۃ المسیح کا یہ مضمون جو الفضل مورخہ ۱۸ جولائی میں چھپا ہے۔ اسکی زائد کاپیاں بھی چھپوائی گئی ہیں۔ احباب تین پیسے فی پرچہ کے حساب سے جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں۔ منگوا کر تقسیم کریں۔ تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے جلد منگوا لیں۔ ایک روپیہ سے کم کے لئے ٹکٹ بھیجدینے بہتر ہونگے۔ محصولڈاک علاوہ۔ تین پرچے دو پیسہ میں جا سکتے ہیں۔ مینجر الفضل قادیان

### احمدیہ ہوسٹل کیلئے ضرورت

احمدیہ ہوسٹل لاہور کے لئے ہمیں ایک چوکیدار اور دو باورچیوں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ فی کس چودہ روپے ماہوار دی جائیگی۔ درخواست کنندگان مخلص احمدی اور اپنے کام میں محنتی اور دیانتدار ہوں۔ درخواستیں لوکل امیر یا پریزیڈنٹ کی تصدیق کے بعد مندرجہ ذیل پتے پر آنی چاہیئیں۔

شیخ یوسف علی احمدی بی اے سپرنٹنڈنٹ احمدیہ ہوسٹل پوسٹ بکس ۴۲ لاہور

### ولادت

حوالدار محمد حسین صاحب احمدی کو اللہ تعالیٰ نے بچہ عطا فرمایا ہے۔ احباب بچہ کی درازیٔ عمر اور خادم سلسلہ ہونے کے لئے دعا کریں۔ مرزا محمد حسین احمدی از ترگڑی

## اشتہار

اشتہار زیر آرڈر نمبر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

### بعدالت شیخ محمد حسین صاحب سب جج درجہ چہارم راولپنڈی

تارا سنگھ ولد خزان سنگھ ساکن راولپنڈی مدعی

بنام

دولت ولد کاہن قوم عیسائی ساکن خالق پور ضلع گوجرانوالہ مدعا علیہ۔

دعویٰ ایک سو بیس روپیہ (۱۲۰ للعہ)

ہرگاہ مدعا علیہ مقدمہ ہذا حاضریٔ عدالت ہذا سے عمداً گریز کر رہا ہے۔ اور تعمیل سمن اپنے اوپر نہیں ہونے دیتا ہے۔ اب تاریخ پیشی ۲۲ ۷/۲۵ مقرر کی گئی ہے۔ لہذا زیر آرڈر نمبر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی بذریعہ اشتہار ہذا مشتہری کی جاتی ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور مورخہ ۲۲ ۷/۲۵ آئندہ تاریخ پیشی پر براد جوابدہی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت نہ ہوگا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ کی جاویگی۔

(مہر عدالت) دستخط حاکم

26



الفضل
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یوم شنبہ - قادیان دارالامان ۲۱ جولائی ۱۹۲۵ء

# کیا اسلام میں مُرتد کی سزا قتل ہے؟

## قرآن شریف اور قتل مُرتد

## دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں

(نمبر ۱۲)

(حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے کے قلم سے)

حضرت مولوی صاحب موصوف چونکہ سلسلہ کے بعض اہم اور ضروری امور کی سر انجام دہی میں مصروف ہو گئے اسلئے یہ مضمون مسلسل جاری نہ رکھا جا سکا امید ہے آیندہ متواتر شائع ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔ (ایڈیٹر)

اب میں چند آیات قرآنی اس مضمون کی پیش کرتا ہوں۔ کہ دین کے معاملہ میں جبر سے کام لینا ناجائز ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے

قال الملأ الذین استکبروا من قومہ لنخرجنك یٰشعیب والذین اٰمنوا معك من قریتنا اولتعودن فی ملتنا۔ قال اولو کنا کارھین۔

(الاعراف ع ۱۱) شعیبؑ کی قوم میں جو لوگ زوردار اور مغرور تھے بولے۔ کہ اے شعیبؑ ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ ان کو اپنی بستی سے نکال دینگے۔ یا یہ ہوگا۔ کہ تم لوگ ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ گے۔ شعیب نے کہا۔ کیوں جی۔ اگرچہ ہم تمہارے دین کو دل سے ناپسند کرتے ہوں پھر بھی زبردستی تمہارے مذہب میں آملیں۔

اس آیہ کریمہ میں خدا تعالےٰ کا ایک پاک نبی مذہب کی تبدیلی کے متعلق ایک اصول بیان کرتا ہے۔ جب حضرت شعیبؑ علیہ السلام اور ان کی جماعت سے ان کی بستی کے ذی اقتدار رئیس اس امر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے آبائی مذہب میں واپس لوٹ آویں۔ ورنہ وہ ان کے حق میں یہ حکم جاری کرینگے۔ کہ ان کو بستی سے نکال دیا جاتے۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام ان عمائد سے ایک سوال کرتے ہیں۔ وہ ان سے پوچھتے ہیں۔ اگر ہم دل میں تمہارے دین کو ناپسند کرتے ہوں تو کیا پھر بھی ہم اس میں اپنی مرضی کے خلاف اکراہ و جبر داخل ہو سکتے ہیں۔ یہاں حضرت شعیب اپنی قوم کے مقابل میں ایک عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ مذہب کا تعلق تو دل سے ہے۔ اگر ہمارے دل تمہارے مذہب کو ناپسند کرتے ہوں۔ تو پھر ہم سے اس امر کا مطالبہ کرنا کہ ہم اپنی مرضی کے خلاف تمہارے مذہب کی طرف لوٹ آویں۔ ایک غیر معقول فعل ہے۔ اس دلیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی شخص کو اسکی مرضی کے خلاف کسی دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کرنا ہرگز جائز نہیں۔

پس اگر اولو کنا کارھین کی دلیل درست ہے۔ تو مسلمانوں کے لئے بھی یہ ناجائز ہے۔ کہ وہ اسلام سے ارتداد اختیار کرنے والے کسی انسان کو یہ کہیں۔ لنقتلنك یا فلان اولتعودن فی ملتنا۔ بلکہ قتل کرنا تو کجا۔ وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ لنخرجنك یا فلان من قریتنا اولتعودن فی ملتنا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں گے۔ تو وہ ان کے جواب میں کہہ سکتا ہے۔ اولو کنا کارھین۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اگر حضرت شعیب علیہ السلام کی یہ دلیل اپنے اندر کوئی سچائی اور معقولیت رکھتی ہے۔ تو مرتد کے قتل کا فتویٰ غلط ہے۔ اور اگر مرتد کو محض ارتداد کے لئے قتل کرنے کا فتویٰ درست ہے۔ تو حضرت شعیبؑ کی اولو کنا کارھین والی دلیل نعوذ باللہ غلط ٹھہرتی ہے۔

پھر دیکھو اللہ تعالےٰ اس درد کا ذکر کرتے ہوئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم کے متعلق تھا فرماتا ہے۔ ولو شاء ربك لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعا۔ افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون (یونس ع ۱۰) اے پیغمبرؐ۔ تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے آدمی روئے زمین پر ہیں۔ سب کے سب ایمان لے آتے۔ تم لوگوں کو مجبور نہیں کر سکتے۔ کہ وہ سب کے سب ایمان لے آئیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے اذن کے بغیر کوئی شخص ایمان نہیں لا سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے۔ جو عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

ان آیات میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہو سکتا۔ اگر جبر کا اصول درست ہوتا۔ تو خدا تعالےٰ کو کیا ضرورت تھی۔ کہ وہ اس کام کو لوگوں کے سپرد کرتا۔ وہ اگر چاہتا۔ تو روئے زمین کے تمام لوگوں کو خود مسلمان بنا دیتا اس معاملہ میں اسکو انسانوں کی امداد کی ضرورت نہ تھی۔ پھر فرماتا ہے۔ جبر سے کوئی کسی کو کس طرح مسلمان بنا سکتا ہے۔ ایمان کی توفیق دینا تو خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ اور جو لوگ خداداد عقل سے کام نہیں لیتے۔ انکو ایمان کی توفیق نہیں دی جاتی۔

پس یہ آیات بھی دین کے معاملہ میں جبر کرنے سے روکتی ہیں۔ اور اس کو ایک بے ہودہ فعل قرار دیتی ہیں۔ کیونکہ اس سے وہ غرض پوری نہیں ہو سکتی جس کے لئے جبر کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ دوسری آیات میں بھی اپنے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تسلی دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلعلك باخع نفسك علی اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا۔ اے پیغمبرؐ۔ اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانیں تو شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے۔

اسی طرح سورہ طٰہٰ کے ابتدا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما انزلنا علیك القراٰن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی۔ اے پیغمبر ہم نے تم پر قرآن اسلئے نازل نہیں کیا کہ تم اسقدر دکھ اٹھاؤ۔ یہ قرآن تو اس کے لئے ایک نصیحت ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

اگر جبر سے لوگ دین میں داخل کئے جا سکتے تھے تو چاہیئے تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب کے اضطراب اور قلق کو دیکھ کر یہ فرماتا۔ کہ خواہ مخواہ کیوں اپنے تئیں تکلیف میں ڈال رہے ہو۔ کیوں تلوار نہیں اٹھاتے۔ اور کیوں بذریعہ شمشیر لوگوں کو اسلام میں داخل نہیں کرتے۔ لیکن اسکے بالکل برعکس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لوگوں کی گمراہی اور ضلالت کو دیکھ کر تم اپنے تئیں دکھ میں نہ ڈالو تمہارا کام صرف سمجھا دینا ہے اور بس۔ ہدایت کی توفیق دینا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ تم کسی کو حق قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتے۔

اور جس طرح ایسے شخص کے لئے جبر کرنا ناجائز ہے جو کبھی مسلمان نہیں ہوا۔ اسی طرح اس شخص کے لئے بھی جبر ناجائز ہونا چاہیئے۔ جو اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرتا ہے۔ پیدائشی کافر بھی کافر ہے۔ اور مرتد بھی کافر ہے۔ اور اگر پیدائشی کافر کے لئے جبر و اکراہ درست نہیں۔ تو مرتد کے لئے بھی درست نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک صورت میں جبر ناجائز ہو اور دوسری صورت میں جبر جائز ہو۔ جبر ہر صورت میں ناجائز ہونا چاہیئے۔ جبر اگر بری چیز ہے۔ تو دونوں صورتوں میں بری ہونی چاہیئے۔ پیدائشی کافر کی صورت میں جبر کیوں ناجائز تھا۔ اسی لئے کہ جبر کے ذریعہ کسی کے دل میں اسلام کا نور داخل نہیں کیا جا سکتا اور یہی وجہ مرتد کی صورت میں بھی موجود ہے۔ کیونکہ جیسا پیدائشی کافر کو جبر و اکراہ کے ذریعہ ہدائیت نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح مرتد کی صورت میں بھی جبر و اکراہ ہدایت کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ پس اگر پیدائشی کافر کے لئے جبر ناجائز ہے۔ تو مرتد کے لئے بھی جبر اسی طرح ناجائز ہونا چاہیئے۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ جیسا پیدائشی کافر پر چسپاں ہوتا ہے۔ ویسا ہی مرتد پر۔

میں اپنے پہلے مضامین میں قرآن مجید کی بہت سی آیات پیش کر چکا ہوں۔ جن سے ظاہر ہے۔ کہ اسلام دین کے معاملہ میں جبر کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اور وہ سب آیات ایسی واضح اور بین ہیں۔ کہ ان میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن ان آیات کے علاوہ ..........

..........

اللہ تعالےٰ نے اصول اور قاعدہ اور حکم کے رنگ میں ایک نہایت ہی زبردست اور چٹان کی طرح مضبوط آیت قرآن شریف میں نازل فرمائی ہے۔ جو ہر ایک ایسے شخص کے دعوٰی کو جو دین میں جبر کے جواز کا قائل ہو۔ پاش پاش کر دیتی ہے۔ وہ آیت کیا ہے۔ ایک موسٰی کا عصا ہے۔ جو تمام غلط خیالات کو ایک آن میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ وہ ایک پتھر ہے۔ جو جبر و اکراہ کے باطل عقیدہ کو بالکل پیس ڈالتا ہے۔ وہ ایک چھری ہے جس نے دربار کابل کی وحشیانہ حرکت کے مداحوں کے گلے پر چل کر ان کو اس طرح ذبح کر دیا ہے۔ جس طرح کہ قصاب کی چھری ایک بھیڑ کو ذبح کرتی ہے۔ اور ان سے بالکل ویسی ہی حرکات مذبوحی سرزد ہو رہی ہیں۔ اور وہ اسی طرح تڑپ رہے ہیں جس طرح کہ ایک تازہ ذبح کیا ہوا جانور تڑپتا ہے۔ وہ [illegible] ایک چار مغزی آیت ہے۔ کیونکہ اس نے چاروں طرف سے ان لوگوں کو گھیر لیا ہے اور ان کے لئے کوئی مفر باقی نہیں چھوڑا۔ وہ ایک فیصلہ کن شاہی فرمان ہے۔ جس کے بعد کسی کو چون و چرا کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وہ ایک قطعی حکم ہے۔ جس کو کسی تاویل کے ذریعہ ٹالنا ناممکن ہے۔ وہ ایک کھلی کھلی اور بین اور واضح آیت ہے۔ جس کے مفہوم کے بگاڑنے میں کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہ قطعی اور فیصلہ کن حکم یہ ہے۔

لا اکراہ فی الدین۔ بقرہ ع ۳۴

"دین میں زبردستی کا کچھ کام نہیں" (ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی)

دیکھو کیسے کھلے کھلے الفاظ اور کیسے واضح الفاظ میں اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے۔ کہ دین میں جبر و اکراہ کا کوئی دخل نہیں۔ قرآن شریف میں اس واضح اور صریح حکم کے موجود ہوتے ہوئے کس طرح کوئی شخص یہ دعوٰی کر سکتا ہے۔ کہ اسلام قتل کی دھمکی دیکر لوگوں کو ارتداد سے روکتا ہے۔ کیا وہ دین جو لا اکراہ فی الدین کا اعلان کرتا ہے یہ تعلیم دے سکتا ہے۔ کہ جبر سے لوگوں کو مسلمان بنایا جائے اور وہ لوگ جو اسلام لانے کے بعد اسلام سے برگشتہ ہونا چاہیں۔ انکو جبر سے مسلمان رکھا جاوے۔ یہ آیت کریمہ اپنے منطوق میں ایسی واضح اور بین ہے۔ کہ جو لوگ دین میں جبر و اکراہ کے قائل ہیں۔ وہ اس بات پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ اس آیت کو منسوخ قرار دیں۔ ان کا اس آیت کریمہ کو منسوخ قرار دینا صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک یہ آیت شریفہ کھلے طور پر جبر و اکراہ سے روکتی تھی۔ اور کوئی معقول توجیہ ایسی نہیں ہو سکتی تھی جسکے رو سے یہ کہا جا سکے۔ کہ یہ آیت اکراہ کی مانع نہیں ہے۔ اسی لئے وہ اسکو منسوخ قرار دینے کیلئے مجبور ہو گئے۔

لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ قرآن شریف کوئی حکم نہیں دیتا۔ جسکی دلیل اور حکمت بھی ساتھ ہی بیان نہیں فرماتا۔ چنانچہ اس حکم کی دلیل بھی اس حکم کے ساتھ ہی بیان فرما دی گئی ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ قد تبیّن الرشد من الغی یعنی جبر کا تو ایک ہی مقام ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جو سمجھ نہ سکے۔ اس پر جبر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بچہ کی صورت میں۔ کیونکہ اسمیں ابھی سمجھنے کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہاں وہ صورت نہیں ہے۔ یہاں یہ حال ہے۔ کہ قد تبیّن الرشد من الغی۔ "ہدائیت گمراہی سے الگ ظاہر ہو چکی ہے"۔ یعنی اب ہدائیت اور گمراہی کی راہیں بالکل واضح اور بین ہو گئی ہیں۔ اور ہر ایک کیلئے جو سمجھنا چاہے۔ ہدائیت کا طریق گمراہی سے بالکل الگ ہو گیا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان تمیز کرنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہی اسلئے جبر کی صورت بھی باقی نہیں رہی۔ پس دین کے معاملہ میں جبر کرنا ناجائز ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ لا اکراہ فی الدین کا حکم جنگی تعلیم کے بعد دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے قتال کے احکام اور جنگی تعلیم بیان فرمائی گئی ہے۔ علاوہ ان احکام قتال کے جو اس سورۃ کریمہ یعنی سورہ بقرہ میں مختلف مقامات میں موجود ہیں۔ اس آیت کریمہ کے قریب ہی ماقبل جنگ کے متعلق احکام دئے گئے ہیں۔ چنانچہ بتیسویں رکوع میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم۔ "اے مسلمانو! خدا کی راہ میں (ان لوگوں سے جو تم سے لڑائی کرتے ہیں) لڑو۔ اور جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر چونکہ جنگوں میں علاوہ جانی مجاہدہ کے مال کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے لڑائی کے حکم کے ساتھ ہی مسلمانوں کو مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ اضعافا کثیرۃ واللہ یقبض ویبسط والیہ ترجعون۔

پھر اس کے بعد بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک ورق پیش کرتا ہے۔ جو دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے احکام سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس تاریخی واقعہ کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے۔ کہ مسلمان پہلے واقعات سے عبرت حاصل کر سکیں۔ اور پھر اس تاریخی سبق سے چند ہی آیات بعد فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی یہ جنگ دشمن کے شر کو روکنے کے لئے ہوگی۔ یہ جنگ اسلئے نہیں ہوگی۔ کہ تم جبرًا لوگوں کو مسلمان بناؤ۔ پس نہ صرف اس آیہ کریمہ کا مضمون بلکہ اس کا مقام بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ آیہ کریمہ جبر و اکراہ کی ممانعت کیلئے نازل ہوئی۔

## مولوی ظفر علیخان صاحب اور گورنمنٹ برطانیہ

جناب مولوی ظفر علی خان صاحب اور ان کا اخبار "زمیندار" عوام کو بھڑکانے کیلئے ہمارے خلاف سب سے بڑا الزام یہ لگایا کرتا ہے کہ ہم نے گورنمنٹ برطانیہ کے قبضہ سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی کسی کوشش میں حصہ نہیں لیا۔ اگرچہ اس قسم کی کوشش کرنیوالوں کی کوششوں کے نتائج سب کے سامنے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب موصوف کا اپنا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ جب آپ نے سر مائیکل اڈوائر سے معافی مانگ کر نظر بندی سے رہائی حاصل کی۔ اور اخبار ستارہ صبح جاری کیا۔ تو اس کا مقصد اولین یہ اعلان کیا۔ کہ "اس عقیدہ کی تلقین کرنا ہے۔ کہ ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کی بقاء اہل ملک کے بہترین مفاد کی ضامن ہے"۔

کیا مولوی صاحب اب بھی ان الفاظ پر قائم ہیں؟

# خطبہ عید اضحیٰ

## عید اضحیٰ میں آئندہ نسلوں کے متعلق سبق

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ
مورخہ ۲ر جولائی ۱۹۲۵ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

### کسی قوم کی تباہی کا سبب

آج کا دن ہمارے لئے جہاں اور بہت سے سبق پیش کرتا ہے۔ وہاں اس دن میں آئندہ نسلوں کے متعلق بھی عظیم الشان سبق ہے۔ اگر اس عید کے سبق کو ہماری جماعت یا کوئی جماعت بھی پوری طرح یاد رکھے۔ تو وہ کبھی تباہ اور برباد نہیں ہوسکتی۔ درحقیقت تباہی کا موجب یہ امر ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص یا کوئی جماعت اپنی عزت کو اپنے وقار کو۔ اپنی روحانیت کو قائم رکھنے کے لئے کوئی اپنا قائم مقام نہیں چھوڑتی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ دنیا کی ہر ایک چیز تباہ ہو رہی ہے۔ اور اگر کسی جنس کے افراد اپنی تباہی کے بعد کوئی اپنا قائم مقام نہ چھوڑیں۔ تو اس جنس کا دنیا سے بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے ؛

### قائم مقام کی ضرورت

ہر ایک چیز ایک حد تک پہنچکر پھر اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ اس کا قیام اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ کہ وہ اپنے قائم مقام چھوڑ کر اپنی جنس کو قائم رکھے۔ انسان مرتے ہیں۔ اگر وہ اپنی اولاد کو اپنا قائم مقام نہ چھوڑ جائیں۔ تو آئندہ انسانی نسل کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے۔ درخت اُگتے ہیں۔ پھل لاتے ہیں۔ پھر سوکھ جاتے ہیں۔ اگر نئے درخت ان کی جگہ نہ لیں۔ اور ان کے قائم مقام نہ بنیں۔ تو ان درختوں کا بالکل وجود ہی مٹ جائے۔ غرض ہر ایک چیز ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تباہ ہو رہی ہے۔ اور وہ اپنے وجود کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ جب تک کہ وہ اپنا قائم مقام نہ چھوڑ جائے۔ اگر کوئی یہ سمجھے۔ کہ بغیر اپنا قائم مقام چھوڑے موجودہ حالت کے ساتھ دنیا میں قائم رہ سکتا ہے۔ تو ایک غلط خیال ہوگا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے۔ جب آپ اپنے اسی وجود کے ساتھ دنیا میں نہیں رہے۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی تو اور کون شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ میں موجودہ حالت کے ساتھ اپنے وجود میں قائم رہ سکتا ہوں۔ لوگوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو انیس سو سال سے آسمان پر زندہ سمجھ رکھا تھا۔ لیکن ان کے متعلق بھی اس زمانہ کے مرسل اور مامور نے ثابت کردیا۔ کہ فوت ہو چکے ہیں۔ زندہ نہیں۔ پس اگر انبیاء بھی اپنے قائم مقاموں کے بغیر اپنے سلسلہ کو قائم نہیں رکھ سکتے تو پھر ہم اپنے قائم مقاموں کے بغیر اپنی جماعت کو کس طرح قائم رکھ سکتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہو کہ موجودہ حالت کیساتھ ہی انسان یا کوئی دوسرا وجود دنیا میں قائم رہ سکتا ہے تو پھر اس بات کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔ کہ ایک انسان مرے۔ اور اس کا بچہ اس کا قائم مقام ہو۔ یا ایک درخت تباہ ہو۔ اور دوسرا درخت اس کا قائم مقام قرار پائے۔ یہ اسی لئے ہوتا ہے۔ کہ کوئی وجود ہمیشہ کے لئے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور ہر ایک نوع کا قیام اس کی جنس کے قیام کے ساتھ وابستہ ہے۔ آم کا درخت فنا ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس کے قائم مقام اور آم کے درخت پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی نوع میں فنا نہیں ہوتا۔ اسی طرح سنگترے کی جگہ سنگترہ۔ گیہوں کی جگہ گیہوں۔ چانولوں کی جگہ چانول پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کا وجود دنیا میں قائم رہتا ہے۔ کیونکہ جب جنس قائم رہتی ہے۔ تو گویا وجود ہی قائم رہتا ہے ؛

### کوئی قوم کس طرح زندہ رہ سکتی ہے

کسی استاد کے مرنے پر اس کے لائق اور ہوشیار شاگرد کی موجودگی میں کہا جاتا ہے۔ جس استاد کا ایسا لائق اور ہوشیار شاگرد موجود ہو۔ وہ نہیں مرا۔ اسی طرح جو جماعت کہ دین اور روحانیت کی حامل ہو۔ اگر اپنے پیچھے ایسی نسلیں چھوڑ جائے۔ جو دین کی اور روحانیت کی حامل ہوں۔ تو وہ جماعت بھی زندہ جماعت ہوتی ہے۔ اور ایسی جماعت یا قوم کبھی نہیں مرتی ؛

### احمدیت کی زندگی کے لئے کیا کرنا چاہیئے

پس اگر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ اور احمدیت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس کا صرف یہی طریق ہے۔ کہ ہم اپنی آئندہ نسلوں کو عید کے اس دن سے جو سبق حاصل ہوتا ہے۔ وہ یاد کرائیں۔ اس عید سے جو ہمیں سبق ملتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ عید ہمیں ایک پرانا واقعہ یاد دلاتی ہے۔ جو ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ وہ واقعہ ہمیں یہ سبق سکھاتا ہے۔ کہ ہماری جماعت کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ اور ہماری آئندہ نسلیں کس طرح ترقی کر سکتی ہیں ؛

### حضرت ابراہیم کا واقعہ

واقعہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے رؤیا اور الہام میں یہ حکم دیا۔ کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا۔ اور جدائی کی چھری اس کی گردن پر پھیر دی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق انہوں نے اپنی بیوی اور بچے کو ایسے جنگل بیابان میں چھوڑ دیا۔ جہاں نہ غلہ تھا نہ پانی نہ کوئی بازار تھا نہ آبادی۔ کہ کسی آدمی سے مانگ کر ہی کچھ کھانے پینے کو میسر آسکتا۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالےٰ سے الہام پاکر اپنے بچے اور اس کی ماں کو مکہ مکرمہ کی زمین میں جو اس وقت بالکل غیر آباد وادی تھی۔ صرف ایک مشکیزہ پانی کا۔ اور ایک تھیلی کھجوروں کی دے کر چھوڑ آئے۔

### خدا دارم چہ غم دارم

جب آپ واپس آنے لگے۔ تو حضرت ہاجرہ نے پوچھا۔ آپ کہاں چلے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام وفور غم کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضرت ہاجرہ نے پھر دریافت کیا۔ اس جنگل میں آپ ہمیں کہاں چھوڑ چلے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام زبان سے پھر بھی کچھ جواب نہ دے سکے۔ آخر ان کے متواتر پوچھنے پر اشارہ سے انہوں نے یہ جواب دیا۔ کہ خدا کے حکم سے میں تم کو یہاں چھوڑ چلا ہوں۔ تب حضرت ہاجرہ نے کہا۔ کہ اگر خدا کے حکم سے آپ ہمیں یہاں چھوڑ چلے ہیں۔ تو پھر ہمیں آپ کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ آپ بے شک جائیں۔ خدا خود ہماری حفاظت کرے گا۔ اور وہ ہم کو ضائع نہیں ہونے دیگا۔ اور تسلی سے واپس آگئیں۔ اور اپنے بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس جو اس وقت چھ سات برس کی عمر سے زیادہ کے نہ تھے بیٹھ گئیں۔ اس وقت اگر وہ چاہتیں۔ تو کسی آبادی کی طرف رخ کر لیتیں۔ مگر انہوں نے خدا تعالےٰ کے حکم کا احترام کیا۔ اور اسی کے توکل اور بھروسہ پر اس جنگل بیابان کی رہائش منظور کر لی۔ جہاں نہ کوئی آبادی تھی۔ نہ بازار۔ نہ کوئی کنواں تھا نہ تالاب ؛

### حضرت ہاجرہ کا اضطراب

آخر پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کی ایک تھیلی کیا ہوتی ہے۔ تھوڑے عرصہ میں پانی بھی ختم ہوگیا اور کھجوریں بھی ختم ہوگئیں۔ حضرت ہاجرہ کو بھی گو تکلیف تھی۔ مگر بچے کی تکلیف کو دیکھ کر وہ بہت بے قرار ہوگئیں۔ اور صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دوڑنا اور اوپر چڑھکر دیکھنا شروع کیا۔ تا شاید کوئی آتا جاتا قافلہ ہی نظر آجائے جس سے پانی لے کر بچے کو پلائیں۔ اور خود پئیں۔ جب وہ صفا پر یا مروہ پر چڑھتیں۔ تو ساتھ ہی چلا کر ہر دفعہ یہ بھی کہتیں کہ

کوئی خدا کا بندہ ہے۔ جو ہمیں پانی دے۔ اور ساتھ ہی بچے کی حالت کو دیکھ کر اور بھی پریشان ہوتیں۔ جب ان کی گھبراہٹ انتہا کو پہنچ گئی۔ تو خدا کے فرشتہ نے ان کو بشارت دی۔ کہ ہاجرہ گھبرا نہیں۔ جا تیرے بچے کا سامان خدا نے کر دیا ہے۔ چنانچہ جب وہ بچے کے پاس آئیں۔ تو دیکھا۔ کہ خدا نے وہاں پانی کا چشمہ پیدا کر دیا ہے۔ جو آج تک قائم ہے۔ اور زمزم کہلاتا ہے۔ انہوں نے بچے کو پانی پلایا۔ اور خود بھی پیا

### مکہ کی آبادی

آہستہ آہستہ وہاں آبادی ہو گئی۔ کوئی قافلے والے جو وہاں سے گذرے۔ تو انہوں نے تجارتی ترقی کے لئے یہ مناسب سمجھا۔ کہ اس چشمے پر پڑاؤ قائم کیا جائے۔ جہاں قافلے آکر ٹھیرا کریں۔ چنانچہ اسی خیال سے وہ اپنے کچھ آدمی اس چشمہ پر چھوڑ گئے۔ کہ اس سے ہماری تجارت میں ترقی ہو گی۔ آخر حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کے نتیجہ میں وہاں بہت بڑی آبادی ہو گئی ⁂

### حضرت ابراہیمؑ کی قربانی کا پھل

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کے حکم کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اس تعلق اور محبت کی کچھ پرواہ نہ کی۔ جو ان کو اپنے بچے سے تھی۔ طبعی طور پر بڑھاپے میں جا کر جو اولاد ہوتی ہے۔ اس سے انسان کو بہت محبت ہوتی ہے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بڑھاپے میں آپ کے ہاں پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ان کی نہایت گہری شدید محبت تھی۔ مگر خدا کے لئے انہوں نے اس کو قربان کر دیا۔ تب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کو الہام ہوا۔ کہ اے ابراہیم آسمان کی طرف دیکھ۔ کیا تو آسمان کے ان ستاروں کو گن سکتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یہ میری طاقت سے باہر ہے۔ کہ میں آسمان کے ستاروں کو گن سکوں۔ تب خدا نے فرمایا۔ اے ابراہیم میں نے تیری قربانی کو دیکھا۔ اب میں تیری اس قربانی کے بدلے تیری اولاد کو اس قدر بڑھاؤں گا۔ کہ جس طرح آسمان کے ستاروں کو کوئی گن نہیں سکتا۔ اسی طرح تیری اولاد کو بھی کوئی گن نہیں سکے گا۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں۔ اس وعدہ الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کو اتنی کثرت حاصل ہوئی ہے۔ کہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ کون سی قوم ان کی اولاد میں سے نہیں۔ تمام دنیا کے لوگوں میں ان کا خون مل گیا ہے۔ اور تمام دنیا ان کی ممنون ہے۔ سینکڑوں قومیں ہیں۔ جو انہی اولاد میں سے ہونے کی مدعی ہیں۔ زرتشتی ہیں۔ تو وہ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہودیوں کو تو دعویٰ ہی ہے۔ کہ وہ ان کی اولاد میں سے ہیں۔ عیسائی بھی انہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ اور مسلمان بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ کی نسل میں سے ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو انکی طرف منسوب کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے ان کی اعلیٰ قربانی کے بدلے ان کی اولاد کو تعداد کے لحاظ سے اور عزت کے لحاظ سے۔ اس قدر بڑھایا۔ کہ تمام بڑے بڑے مذاہب انہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور ان کی بہت بڑی عزت کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ کہ اگر کوئی اپنی اولاد کو بڑھانا چاہے۔ تو وہ بچپن میں اپنی اولاد کو اسی طرح قربان کرے۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کو قربان کیا۔ اور صرف انہوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ہی قربانی نہیں کی۔ بلکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بھی قربانی کی۔ جن کی ایسی تربیت کی۔ کہ بڑے ہو کر وہ بھی خدا تعالےٰ کے نبی ہوئے۔ اور یہ صاف بات ہے۔ کہ جتنا بڑا کوئی انسان بنتا ہے۔ اتنی ہی زیادہ اسے اس مرتبہ تک پہنچنے کے لئے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں کے متعلق قربانی کی خدا تعالےٰ نے اس قربانی کے بدلے ان کی اولاد کو بے نظیر ترقی دی۔ اگر تم بھی چاہتے ہو۔ کہ تمہاری اولاد ترقی کرے۔ تو تم بھی اپنی اولاد کو قربان کرو۔ اس سے ایسی محبت نہ کرو۔ جو تم کو ان کی اصلاح اور علوم کے سکھانے سے باز رکھے۔ اور تم ان کی نگرانی چھوڑ دو۔ اگر تمہیں یہ خواہش ہے۔ کہ تمہاری نسل بڑھے۔ اور ترقی کرے۔ تو بجائے ان کے آرام اور آسائش کی فکر کے ان کی روحانی تربیت کرنی چاہیئے۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری اولاد بھی اسی طرح ترقی کرے۔ اور آسمان کے ستاروں کی طرح گنتی نہ جائے۔ تو اس کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ کہ ہم اپنی اولاد کو بچپن میں آوارہ۔ آرام طلب۔ کاہل اور سست نہ بنائیں۔ بلکہ ان کے اعمال اور اخلاق کی پوری پوری نگرانی کریں ⁂

### حضرت اسمٰعیلؑ کی ابتدائی زندگی

خیال کرو۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بچپن کی زندگی کس طرح گذری۔ اور انہوں نے کس قدر مشقت اٹھائی انہیں تو خوراک حاصل کرنے کے لئے بھی جنگلوں میں پھرنا اور شکار کر کے پیٹ پالنا پڑتا تھا۔ شکار بندوقوں سے ہوتے جانوروں کا تو کیا نہیں جاتا۔ کہ گئے اور پکڑ کر لے آئے آج کل جب کہ بندوقیں ہیں۔ بہت دفعہ لوگ شکار کو جاتے ہیں۔ اور خالی ہاتھ واپس آجاتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں تو تیر اور نیزے کے ساتھ شکار کیا جاتا تھا۔ اس سے اندازہ لگ سکتا ہے۔ کہ کتنی دفعہ ان کو خالی ہاتھ واپس آنا پڑتا ہو گا۔ اور کتنے فاقے کاٹتے ہونگے۔ مگر یہ سب کچھ انہوں نے خدا کے لئے برداشت کیا۔ اور خدا نے ان کو نبوت کے مرتبے پر پہنچایا۔ انہی کی قربانیوں کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ان کی نسل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسے اولوالعزم رسول پیدا ہوئے ⁂

### رسول کریم کی پر مشقت زندگی

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کتنی مشقت اٹھائی۔ ابھی آپ ماں کے پیٹ میں ہی تھے۔ کہ آپ کے والد فوت ہو گئے۔ پھر ابھی اڑھائی سال کے تھے۔ کہ والدہ کا سایہ بھی آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ پھر دادا پرورش کرنے لگے۔ لیکن ابھی آپ سات ہی برس کے تھے۔ کہ وہ بھی رحلت کر گئے۔ پھر چچا آپ کے متکفل ہوئے۔ غرض آپ کی یہ زندگی آرام سے نہیں گذری۔ قسم قسم کی تکلیفوں اور مشقتوں میں سے آپ کا گذر ہوتا رہا۔ تاریخ میں لکھا ہے۔ آپ کی چچی جس وقت بچوں میں کوئی چیز تقسیم کرنے لگتی۔ تو سب بچے اس کے گرد جمع ہو جاتے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم الگ کونے میں خاموش بیٹھے رہتے۔ جب سب بچے لے چکتے۔ تو پھر وہ انکو بھی حصہ دیتیں۔ گو وہ محبت سے آپ کی پرورش کرتی تھیں۔ اور آپ کو عزیز رکھتی تھیں۔ مگر جو خوشی بچے کو اپنے گھر میں ہو سکتی ہے۔ وہ دوسری جگہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو تعلق بچے کو اپنے ماں باپ سے ہوتا ہے۔ اور جو ناز وہ ان پر کرتا ہے۔ خواہ دوسرا کتنی بھی محبت کرے۔ بچہ اس سے نہیں کر سکتا۔ بے شک یہ بات بھی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم اپنے وقار کی وجہ سے خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ مگر یہ بات بھی تو ہے۔ کہ آپ اس بات کو بھی طبعاً محسوس کرتے تھے۔ کہ ان کا رشتہ وہ رشتہ نہیں۔ جو ماں باپ کا ہوتا ہے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو بھی خدا تعالےٰ نے با مشقت بنانے کے لئے اس قسم کے سامان پیدا کر دیئے جن میں سے آپ کو گذرنا پڑا ⁂

### پیغامیوں کے وجود سے فائدہ

میں اپنی زندگی پر ہی غور کرتا ہوں۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ لوگ جو اب غیر مبایع ہو گئے ہیں۔ میرے لئے رحمت کا موجب بن گئے۔ اگر یہ لوگ میرے خلاف نہ اٹھتے اور ہمارے خاندان کو برا بھلا نہ کہتے۔ تو میری توجہ روحانی امور کی طرف اتنی جلدی نہ ہوتی۔ تو ان کا وجود بھی میرے لئے روحانی ترقی کا سامان بن گیا ⁂

### بچوں کو مشقت برداشت کرنے کی عادت ڈالو

میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ اور اس عید سے سبق سیکھے۔ اگر آپ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ آپ کو ہمیشہ سکھ حاصل ہو۔ اور آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کی عیدیں ختم نہ ہوں۔ تو آپ اپنے بچوں کو قربان کریں۔

اور ان کو دنیا کی ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ وہ دین اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنے کے لئے کسی تکلیف اور مشقت سے خوف نہ کھائیں۔ اگر اس عید سے آپ لوگ یہ سبق سیکھ لیں۔ تو آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کی عیدیں ختم نہ ہونگی ؛

## ایک غلط خیال

مجھے افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس معاملہ میں ہماری آئندہ نسل میں بہت بڑی کمزوری پائی جاتی ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ بعض افراد کے دل میں یہ خیال بیٹھا ہؤا ہے۔ بچوں کی بڑے ہوکر خود بخود اصلاح ہو جائیگی۔ ان کا بچہ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو کہدیتے ہیں۔ خیر بچہ ہے۔ بڑا ہو کر سمجھ جائے گا۔ یہ ایک ایسا ناقص اور پاجی خیال ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی غلط خیال نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ خیال ان کے دل میں ایسی جڑھ پکڑ گیا ہے۔ کہ نکلنے میں نہیں آتا۔ میں پوچھتا ہوں۔ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہمیں اپنی اولاد پیاری ہو سکتی ہے۔ آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اور یہ ایک طبعی امر ہے۔ کہ جب کسی کی اپنی نرینہ اولاد نہ ہو۔ تو اس کو اپنے نواسوں سے بہت محبت ہوتی ہے۔ پس ایک تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس لئے طبعاً آپ کو اپنے نواسے بہت پیارے تھے۔ دوسرے اس لئے بھی کہ وہ حضرت فاطمہ کے بطن سے تھے۔ جو آپ کو بہت پیاری تھیں۔ پھر اس لئے بھی کہ وہ حضرت علیؓ کے بچے تھے۔ جو آپ کو بہت عزیز تھے۔ کیا بلحاظ اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے بچپن کے زمانہ میں جبکہ قریبی سے قریبی رشتہ داروں نے بھی آپ کا ساتھ دینے کی جرأت نہ کی آپ کا ساتھ دیا تھا۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ حضرت علیؓ کے والد ابوطالب نے آپ سے عمدہ سلوک کیا تھا ؛

## حضرت علیؓ کی شان

شروع شروع میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا۔ اور فرمایا۔ مجھے خدا نے مامور بنایا ہے۔ اور دنیا کی اصلاح کے لئے اس نے مجھے چنا ہے۔ تم میں سے کون ہے۔ جو اس بوجھ کے اٹھانے میں میرے ساتھ شامل ہو۔ اگرچہ کئی رشتہ دار آپ کو سچا یقین کرتے تھے۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ آپ کا ساتھ دینے کی حامی بھر سکے۔ آپ کے کئی چچے تھے۔ جو آپ کو سچا اور راستباز یقین کرتے تھے۔ مگر ان مشکلات اور مخالفتوں کی وجہ سے جو آپ کا ساتھ دینے میں پیش آنے والی تھیں۔ خاموش رہے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ وہ آگے بڑھے۔ اور انہوں نے کہا۔ میں آپ کی مدد کروں گا۔ تو ایسے وقت میں انکی یہ جرأت اور یہ دلیری خود اپنی ذات میں ایسی چیز تھی۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی محبت کے جذبات پیدا کرتی اور انہیں عزیز بناتی تھی ؛

## ابوطالب کا سلوک رسول کریم سے

علاوہ اس کے وہ ابوطالب کے لڑکے تھے۔ اور ابوطالب وہ تھے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے خدمت کی۔ اور آپ کو آرام پہنچانے میں ہر طرح کی کوشش اور سعی کی۔ یہ اور بات ہے۔ کہ خواہ کوئی کتنی ہی محبت کرے۔ اور آرام پہنچانے کی کوشش کرے۔ بچہ وہ آرام اور لذت حاصل نہیں کر سکتا۔ جو ماں باپ کی محبت اور سلوک سے حاصل کرتا ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ابوطالب نے اتنے لمبے عرصہ تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ کہ کوئی بڑا ہی وفادار دوست اتنے لمبے عرصہ تک تکلیفوں میں ساتھ دے سکتا ہے۔ اگرچہ وہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ مگر کفار کے بائیکاٹ کے تین سال بھوکوں اور فاقوں میں کاٹنے انہوں نے منظور کئے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ قوم کے لوگوں نے ان سے آکر کہا۔ کہ ہم تم کو بہتر سے بہتر نوجوان دیتے ہیں۔ اس کو تم پال لو۔ مگر اپنے اس بھتیجے کا ساتھ چھوڑ دو۔ جس کا جواب انہوں نے یہ دیا۔ کہ او نادانو! کیا تمہاری یہ مرضی ہے۔ کہ اپنے بچے کو تو میں دشمنوں کے آگے ڈالدوں اور تمہارے بچے لے کر پالوں۔ پس بوجہ اس کے کہ حضرت علیؓ ابوطالب جیسے محسن چچا کے بیٹے تھے۔ آپ کو وہ بہت عزیز تھے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو محض اس لئے ہی اپنے نواسوں سے محبت نہ تھی۔ کہ وہ آپ کے نواسے تھے۔ بلکہ اس لئے بھی آپ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ کہ وہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے بیٹے تھے ؛

## امام حسین کو بچپن میں رسول کریم کی تادیب

مگر باوجود اس محبت کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال نہ فرمایا کہ انہیں بچپن میں اداب سکھانے کی ضرورت نہیں۔ یہ جب بڑے ہونگے۔ تو خود ان کی اصلاح ہو جائے گی۔ بلکہ بچپن میں ہی اس بات کا خیال رکھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کے پاس صدقے کی کچھ کھجوریں آئیں۔ ان میں سے ایک کھجور امام حسین نے اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے یہ دیکھ کر خاموشی اختیار نہ کی۔ اور صرف اتنا ہی نہ کیا۔ کہ کھجور ان کے منہ سے نکلوا دی بلکہ انکے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کے چھوٹے چھوٹے ذرات بھی نکال دیئے۔ میں سمجھتا ہوں۔ آج اگر کوئی شخص ایسا معاملہ اپنے بچے سے کرے۔ تو کئی لوگ ہونگے۔ جو کہدینگے جی بچہ تھا ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ تو کیا حرج ہو گیا۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کے ذرے نکالے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام حسین رو رہے اور ضد کرتے ہونگے۔ مگر آپ نے اس کی کچھ پروا نہ کرتے ہوئے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کے ذرات تک نکال ڈالے جبکہ یہ تھپڑ مارنے سے کم نہیں ہے۔ پھر ان کی اسی عمر کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے آگے سے کھانا نہیں کھا رہے تھے۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ اپنے آگے سے لو۔ اور دا ہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ کل بیمینک وممایلیک یہ اڑھائی برس کی عمر کی تربیت کا واقعہ ہے۔ جس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ کس عمر سے بچے کی تربیت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اڑھائی برس کی عمر میں اپنے نواسے کی تربیت کی ہے اور اس کی حرکات کی نگرانی کی ہے۔ تو کیا ہمارے نرالے بچے ہیں۔ کہ ان کی نگرانی نہ کی جائے۔ اور یہ کہکر چھوڑ دیا جائے۔ کہ بچہ ہے ناسمجھ ہے۔ بڑا ہو کر سمجھ جائے گا۔ اگر یہ عمر سمجھنے کی نہ ہوتی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے نواسے کے متعلق ایسا ہی کہدیتے مگر آپ نے اس کو ٹوکا۔ اور اس کی حرکت کو نظر انداز نہیں کیا۔

## تربیت اولاد نہایت ضروری ہے

یہ کہدینے کے کہ بچہ بڑا ہو کر خود سمجھ جائیگا۔ یہ معنے ہیں۔ کہ اس بہانہ سے ہم اپنی اولاد کی تربیت اور اس کے اخلاق کی نگرانی نہیں کرنا چاہتے۔ اور اس بات کو اپنی بے جا محبت کی وجہ سے اس کے لئے تکلیف دہ خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی کوئی قوم بھی اگر اپنی اولاد کی تربیت اور اخلاق کی درستی کا خیال نہیں رکھتی۔ تو وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ یورپ کے لوگوں نے اس گر کو خوب سمجھا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اگر ہم اپنی اولاد کی تربیت اور اخلاق کی نگرانی نہ کریں گے۔ تو ہماری قومی زندگی اور قومی ترقی بحال نہیں رہ سکتی۔ ان کے چھوٹے بچے مائیں گیا بنہ گرجوں میں جاتے ہیں۔ لیکن کیا مجال کہ وہ وہاں اونچی آواز نکالیں۔ عبادت گاہوں کا ایسا احترام ان کے دلوں میں بٹھایا ہوتا ہے۔ کہ وہ ذرا شور وغل نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی بچہ شور کرے۔ تو ماں باپ فوراً اسے وہاں سے لے جاتے۔ اور اس طرح تنبیہ کرتے ہیں۔ کہ پھر وہ شور نہ کرے۔ مگر یہاں کئی لوگ ہیں۔ جو بچوں کو مسجدوں میں لے آتے ہیں۔ اور بچے دوران نماز میں شور مچاتے رہتے ہیں۔ مسجد مبارک میں تو بچوں کو لانے سے میں نے روکا ہؤا ہے۔ دار الفضل کی مسجد میں جب ایسے لوگوں کو منع کیا گیا۔ تو انہوں نے بُرا منایا۔ اور کہدیا۔ کہ وہ بچے ہیں۔ بڑے ہو کر خود سمجھ جائیں گے۔ مگر یہ تربیت اولاد کے لئے نہایت مضر بات ہے ؛

## دوسری قوموں کو دیکھو

آپ لوگ اپنی ارد گرد اور آس پاس کی قوموں کو دیکھیں۔ کہ وہ اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے اپنی اولاد کی تربیت کا کس قدر خیال رکھتے ہیں۔ یورپ میں میں نے دیکھا جو لوگ یہیں سلنے کیلئے

آ جاتے۔ ان کے بچے بھی ان کے ساتھ ہوتے۔ لیکن ذرا کسی بچہ نے رونی صورت بنائی اور وہ گھبرا گئے۔ ذرا دیکھا۔ کہ بچہ گھبرا گیا ہے۔ اور رونے یا آواز نکالنے لگا ہے۔ تو وہ جھٹ اسکو مجلس سے اٹھ کر لے جاتے۔ بعض دفعہ ہم نے کہا ابھی کوئی حرج نہیں۔ ٹھیریں۔ مگر انہوں نے کہا بچہ آواز نکالے گا جس سے دوسرے بُرا منائیں گے۔ اور ان کو تکلیف ہوگی۔ ایک دفعہ ہم جھنڈی دیکھنے کے لئے گئے۔ جو ہندوستانی سپاہیوں کی یادگار میں وہاں بنائی گئی ہے۔ سمندر کے کنارے چار یا پانچ ہزار آدمی جمع تھے اور ہزار بارہ سو لڑکے لڑکیاں ہونگے۔ مگر بالکل خموشی کا عالم تھا کوئی بات بھی کرتا تو آہستہ سے ؛

## مجمع میں بچوں کا شور

لیکن ہمارے ہاں معمولی اجتماع میں بھی ایک شور برپا ہوتا ہے۔ آج ہی دیکھ لو۔ اس اجتماع کے موقعہ پر کس قدر شور ہو رہا ہے۔ ادھر میرا خطبہ ہو رہا ہے۔ ادھر ان بچوں کے خطبے ہو رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے ماں باپ بھی یہاں موجود ہیں۔ مگر ان کو اس بات کا کوئی خیال نہیں۔ تو یہ تربیت میں غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ خطبہ سے پہلے میں نے کہا بھی تھا۔ کہ جو مائیں اپنے بچوں کو چپ نہیں کرا سکتیں۔ وہ اپنے بچوں کو لے کر چلی جائیں تا دوسرے لوگ آرام سے خطبہ سن سکیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مساجد میں بچوں کو نماز کیلئے لے جاؤ۔ تو پیچھے کھڑا کرو۔ مگر بعض ماں باپ خود انگلی پکڑ کر بچے کو اپنے ساتھ صف میں کھڑا کر لیتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی وجہ یہی ہے۔ کہ آخر بچہ بچہ ہی ہے۔ وہ بے چینی اور گھبراہٹ اور بچپن کی حرکات کا اظہار کرے گا۔ اور اس طرح بڑوں کی نماز میں بدمزگی اور خلل واقع ہوگا۔ پھر اس حکم کا یہ فائدہ بھی ہے کہ ان کے اندر تربیت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ ابھی ہم سیکھ رہے ہیں۔ اور جب تک سیکھ نہ لیں ہمارا حق نہیں۔ کہ آگے کھڑے ہوں ؛

## احمدی بچوں کی تربیت کس طرح ہو

پس جب تک بچپن میں تربیت کامل نہ ہو۔ آئندہ نسل اخلاق فاضلہ نہیں سیکھ سکتی۔ اور نہ وہ دین اسلام اور احمدیت کے حامل ہو سکتے ہیں۔ بچوں کو بچپن میں ہی خدا کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت مسیح موعود اور خلیفۂ وقت کے متعلق کچھ کچھ واقفیت کرانی چاہیئے۔ سلسلہ کے نظام کا مختصر سا نقشہ ان کے ذہنوں میں قائم کرنا چاہیئے۔ یہ مت سمجھو۔ کہ بچے سمجھتے نہیں وہ بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ پچھلے دنوں ہم ولایت گئے۔ ایک مہمان عورت کی لڑکی میرے پاس آئی۔ اس کی باتیں بہت پیاری معلوم دیتی تھیں۔ اور بعض دفعہ بہت سنجیدگی سے وہ باتیں کرتی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تم کس کی بندی ہو۔ کہنے لگی۔ خدا کی بندی ہوں۔ پھر میں نے پوچھا۔ مرید کس کی ہو۔ جواب دیا خدا کی۔ میری لڑکی امۃ العزیز یہ سن کر ہنس پڑی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تم کیوں ہنسی ہو کہنے لگی یہ کہتی ہے۔ میں مرید خدا کی ہوں میں نے اس سے پوچھا بتاؤ تم کس کی مرید ہو۔ تو اس نے بڑے زور سے کہا۔ میں ابا جان کی۔ چونکہ اس کے کان میں یہ بات پڑتی رہی ہے۔ اس لئے وہ اس لڑکی سے یہ سن کر کہ میں خدا کی مرید ہوں۔ سمجھ گئی۔ کہ اس نے غلط کہا ہے تو یہ بات صحیح نہیں۔ کہ بچہ سمجھ نہیں سکتا جس قسم کی بات بچے کے کان میں ڈالی جائے۔ وہ اپنی استعداد کے مطابق سمجھ سکتا اور سیکھ سکتا ہے۔ اگر اس کے ذہن میں دین کی سلسلہ کی مختصر باتیں ڈالی جائیں۔ تو بچہ ان کو اپنے ذہن میں قائم رکھ سکتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو۔ کہ تم اگر بچپن میں بچے کی تربیت نہیں کرتے۔ صرف اس خیال سے کہ تم نیک ہو۔ اور وہ بھی نیک ہو جائیں گے۔ تو اس طرح تم اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ قرآن کریم میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ تم اپنے اہل کے ذمہ دار ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ کہ ہر ایک تم میں سے راعی اور بادشاہ ہے۔ اور وہ اپنی رعیت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ بچپن میں تربیت صحیح کے بغیر بڑے ہو کر ان کی اصلاح کی امید رکھنا سخت غلطی ہے۔ دین کی درستی اور اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے ظاہری اخلاق درست ہوں۔ اگر بچپن میں ان کے دل میں مقامات مقدسہ کا احترام نہیں۔ اور وہ ایسے مقامات پر شور و شر کرتے ہیں۔ اور ماں باپ ان کو ایسی حرکت سے نہیں روکتے۔ تو وہ اس بات کے لئے ان کو تیار کر رہے ہیں۔ کہ بڑے ہو کر دینی امور میں وہ تمسخر اور استہزاء سے کام لیں۔ اور ان کے دلوں میں شعائر دین کی کچھ عزت و وقعت نہ رہے۔ اس میں آپ کو اس قسم کی تربیت کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ تا کہ دشمن بھی یہ سمجھے۔ کہ یہ قوم ایسے اعلےٰ اخلاق کو پہنچ گئی ہے۔ کہ کبھی ہلاک نہیں ہو سکتی۔

## عید سے سبق

غرض یہ عید ہمیں یہ سبق سکھلاتی ہے۔ کہ اگر ہم اپنی اولاد کو صحیح معنوں میں قربان کریں۔ تو ہماری اولاد اتنی بڑھیگی۔ جتنے آسمان کے ستارے۔ پس اگر کوئی سچی محبت خدا اور رسول سے رکھتا ہے۔ اور اگر اس کو اسلام اور سلسلہ احمدیہ سے بلکہ اگر اس کو انسانیت سے بھی کچھ انس ہے۔ تو بچپن میں اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرے۔ جہاں آپ اپنے نفسوں کو لالچ طمع حرص چوری اور جھوٹ جیسی بداخلاقیوں سے بچاؤ وہاں بچوں کو بھی ان کا عادی نہ ہونے دو۔ اور ان کی پوری پوری نگرانی کرو۔ دین کی اور سلسلہ کی محبت ان کے دلوں میں پیدا کرو ان سے بے جا محبت کر کے اعلےٰ اخلاق کے سیکھنے سے ان کو محروم نہ رکھو۔ تا دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔ بلکہ دنیا میں ایک بہت بڑی قوم اور نسل بنیں ؛

## خدا کی بادشاہت میں بچے

حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے جو فرمایا۔ کہ خدا کی بادشاہت میں بچے داخل ہو سکتے ہیں۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ کوئی قوم آئندہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک کہ اپنی اولاد کی بچپن میں تربیت کی فکر نہیں کرتی۔ پس بچپن میں اپنی اولاد کے اخلاق کی درستی و اصلاح کرو۔ تا تم کو دائمی عید نصیب ہو۔ ورنہ اچھے اچھے کپڑے بچوں کو پہنا دینا کوئی خوشی کی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق عطا فرماوے کہ ہم اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو احسن طریق سے پورا کریں ؛

---



(منشی عبد الرحمٰن صاحب کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے قادیان سے شائع کیا)